عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

رجب، شعبان ۱۴۳۱ھ/ جولائی ۲۰۱۰ء

RegNo.P476

جلد:ہشتم

شمارہ:11

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراك: -/180روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com <<<

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

ذِکرِ الٰہی (قسط۔۱۵)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

حصول حقیقت ذکر کی معالجانہ تدابیر اور اُن کی حیثیت:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں دل کی کامل بیداری اور دھیان کے ساتھ مشغولیت ہی اصلِ ذکر ہے اور قلب ہی حقیقتاً ذاکر ہے۔ اس لئے بشرطِ اخلاص تیقّظِ قلبی (دل کی بیداری) جس قدر کامل ہوگا اور توجہ جتنی تام ہوگی اس قدر ذکر مقبول ومؤثر، نورانی اور طمانیت قلبی کا سبب ہوگا۔ دل کی توجہ کو کلیۃً ذکر میں شاغل رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ دل 'غیر اللہ' سے فارغ اور پریشان خیالی سے مامون ہو۔ کہ جب تک فراغتِ قلبی اور یکسوئی خاطر میسر نہ آئے سالک کو انتشار وتشتت پریشان رکھتا ہے اور وہ ذکر کی کماحقہ 'یافت' سے محروم رہتا ہے۔ پریشان خیالی، اشتغالِ غیر اور وساوس انتشارِ قلبی کا عموماً سبب ہوتے ہیں۔ اس لئے محقق صوفیہ سالکین کی توجہ افرادِ ذکر (یعنی مذکور، ذاکر یا ذکر) پر مرتکز کرنے اور یکسوئی کیلئے مختلف تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ یہ تدابیر محض معالجہ کے طور پر ہوتی ہیں، ان کی حیثیت محض ذرائع کی ہے اس لئے یہ کسی درجہ میں مقصود نہیں ہوتیں۔ یہ تدابیر نہ تو بذاتہٖ عبادت ہوتی ہیں اور نہ موجبِ ثواب وترقی، اس لئے ان کا قرب ربانی میں بھی کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ان کا بڑا فائدہ صرف اتنا ہے کہ پراگندہ خاطر ذاکر کو ان کے اختیار کرنے سے یکسوئی نصیب ہوجاتی ہے اور اس کی توجہ افراد ذکر پر مرکوز ہوجاتی ہے۔ اور وہ وساوسِ قلبی اور انتشار ذہنی سے بچ جاتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی 'سلیم الطبع' طالب حقیقت ذکر کو ان 'معالجانہ تدابیر' کے بغیر ہی حاصل کرسکے تو اسے ان 'تدابیر' کے اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بعض سالکین 'ذریعہ' کو 'مقصد' سمجھنے کی غلطی میں ایسے مبتلا ہوجاتے ہیں کہ مقاصد کو گم کرکے ذرائع ہی کے درپے ہوجاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ تدابیر وذرائع کو ان کا اپنا مقام دیا جائے اور مقاصد کو پہچان کر ان کے حصول کی کوشش کی جائے۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ:۔

"سالکین ذرائع کو مقاصد کا درجہ دے دیتے ہیں اور مصیبت میں مبتلا ہوجاتے ہیں"۔

اس لئے ضروری ہے کہ سالک 'مقاصد' و'ذرائع' 'غایات' اور 'تدابیر' میں تمیز وتفریق کرسکے۔ تدابیر و ذرائع میں غلو یا انہیں مقاصد وغایات سمجھ لینا اس راہ کا بڑا پتھر ہے۔ بلکہ بعض اوقات دائمی محرومی اور ناکامی

کا سبب بن جاتا ہے۔ کہ سالک غیر مقصود کو مقصد قرار دے کر اس کا ایسے در پے ہوتا ہے کہ منزل ہی کو بھول جاتا ہے۔ شیخ حاذق کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ طالب کو اس پُر خار وادی سے بچا کر لے جاتا ہے اور اسے راہ کے کانٹوں سے الجھنے نہیں دیتا۔ اور مقاصد و ذرائع غایات و تدابیر اور حق و باطل میں بے محابا تفریق کی لکیر کھینچتا چلا جاتا ہے اور طالب سلوک کی واضح راہ کو بغیر کسی رکاوٹ علیٰ وجہ البصیرۃ کے طے کرتا چلا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ اس راہ کی گھاٹیوں کے ماہر راہ بین و رہنما تھے اس لئے سالکین کو ابتدا ہی میں ان مراحل و 'عقبات' سے آگاہ فرما دیتے تھے۔ چنانچہ مختلف طالبین کے نام مکتوبات میں اس کی وضاحت ملتی ہے ایک طالب کو 'ضرب' اور ''نور کے تصور'' کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''.......پھر ڈھائی ہزار دفعہ 'اللہ' ذرا ہلکی آواز سے پڑھیں۔ ضرب کے ساتھ یا بلا ضرب (مگر یہ سمجھیں کہ یہ ضرب کوئی دینی امر نہیں ہے۔ بلکہ محض علاج کے طور پر ہے کہ موثر ہو)۔

.........ذکر کے وقت یہ تصور کریں کہ عرش سے نور آپ کے قلب پر پڑ رہا ہے۔ (یہ تصور بھی دینی امر نہیں ہے۔ بلکہ بطور معالجہ کے ہے تاکہ یکسوئی ہو)''۔

انہیں کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

''نور کے تصور کا استحضار نہیں ہوتا تو کوئی حرج نہیں، یہ مقصود خود نہیں ہے۔ مقصود تو یکسوئی ہے۔ توجہ ذکر کے وقت دراصل مذکور یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، ورنہ ذاکر یعنی قلب کی طرف ہو، ورنہ ذکر کی طرف ہو''۔

ایک طالب نے لکھا:

''قلب پر نقش اللہ کا برنگ نقرہ وسفید تصور کرتا ہوں مگر رنگ دیرپا نہیں ہوتا''۔

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارقام فرمایا:

''زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے لئے تشویش خاطر کی ضرورت ہے......(یہ امور غیر مقصودہ ہیں''۔

ایک مسترشد خاص نے لکھا:

''دورانِ ذکر لفظ 'اللہ' کا قلب پر تصور قائم نہیں رہتا......اس کے قیام کی صورت سے ایما

فرمائیں''۔ حضرت الشیخ قدس سرہٗ نے ارقام فرمایا:

''جتنی دیر ہوتا ہے وہ غنیمت ہے۔ اس پر مزید کاوش کی ضرورت نہیں، یہ مقصود بالذات نہیں اور مزید کاوش سے اور پریشانی بڑھے گی''۔ (تذکرہ سلیمان، ص۔۴۲۴)

سالک مذکور نے ذکر میں انتشارِ خیالات کی شکایت کی۔ حضرت والاؒ نے علاجاً تحریر فرمایا:

''ذکر میں انتشارِ خیال سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قلب و دماغ کو ایسا ہی بنایا ہے کہ اس میں حرکت فطری ہوتی رہے، یہ شاہی شاہراہ ہے۔ آپ کون اس کا پہرہ بٹھانے والے کہ اس شاہی شاہراہ پر چوہڑے چمار نہ چلنے پائیں۔ آپ اپنی راہ چلئے وہ اپنی راہ چلیں۔ حسب تجویز اعلیٰ حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحبؒ آپ یہ خیال کیا کیجئے۔ کہ ''اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کی بھی قدرت ہے کہ دل کے ایک قطرہ میں خیالات کا سمندر بھر دیا ہے۔ اللہ رے اس کی عظمت و کبریائی''۔ اس تصور سے یہ خیالاتِ پریشان معرفت کی آیات بن جائیں گے۔ ایسے وقت یہ شعر پڑھ لیا کیجئے۔

دور باش افکارِ باطل دور باش اغیارِ دل
سج رہا ہے شاہِ خوباں کیلئے دربارِ دل　　(تذکرہ، ص۴۳۴)

خیال رہے۔ یہ تصور بھی تدبیر و معالجہ کے درجہ میں ہے جس کی حیثیت طالب مذکور کو پہلے بتائی جا چکی ہے''۔

یہاں یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ 'یکسوئی خیال' کی بھی اختیاری حد تک کوشش کرنی چاہئے۔ اپنی کوشش کے باوجود اگر 'یکسوئی' حاصل نہ ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے۔ بعض اذہان فطرتاً اتنے سریع الحرکت ہوتے ہیں کہ ایک بات پر ان کا ارتکاز مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے عقیدہ و مقصد کی صحت کا اذعان و یقین کافی ہے اگر یہ حاصل ہے تو پھر انتشار کی فکر کئے بغیر اپنے معمولات و مشاغل اور اذکار میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ یکسوئی کی امکانی و اختیاری کوشش کافی ہے، 'حصولِ یکسوئی' کے ہم مکلّف نہیں۔ حضرت والا قدس سرہٗ کو ایک سالک نے لکھا:

''بحمد اللہ معمولات پر کاربند ہوں لیکن خیال میں یکسوئی نہیں رہتی بلکہ سخت انتشار رہتا ہے''۔

حضرت الشیخ نور اللہ مرقدہٗ نے جواباً ارقام فرمایا:۔ ''یہ شکر کا مقام ہے۔ یکسوئی عقیدہ کی مطلوب ہے اور وہ

آپ کو حاصل ہے۔ یعنی یہ کہ صرف خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے آپ کام کررہے ہیں، یہی مقصود ہے۔ باقی یکسوئی خیال جس کا دوسرا نام محو ہوجانا یا انہماک ہے نہ مقصود ہے اور نہ ہر ایک کیلئے محمود''۔

(تذکرہ سلیمان، ص۔۵۲۶)

حضرت والاؒ کا حکیمانہ جواب سالکین کیلئے سرمۂ بصیرت ہے۔ اسی سالک کے ایک دوسرے سوال کا جواب بھی عجب پر حکمت اور نافع ہے سالک نے لکھا:

''بعض مرتبہ عجیب حال رہتا ہے کہ نماز میں تو وہ یکسوئی ورجوع کی کیفیت نہیں رہتی لیکن اس کے بعد ذہن وقلب تمام تر متوجہ بحق محسوس ہوتا ہے......شاید یہ دھوکہ ہے کیونکہ اگر یہ کیفیت واقعتاً رجوع کی ہے تو نماز میں کیوں نہیں رہتی۔ حالانکہ نماز میں تو زیادہ قرب حاصل رہتا ہے''۔

حضرت والاؒ نے تحریر فرمایا:

''نماز میں اعمال مختلف ہوتے ہیں جس سے وہ یکسوئی جس کو آپ یکسوئی سمجھتے ہیں نہیں ہوتی، کیا خدمتگار خدمات کے انجام دینے میں مالک کی محبت کی یکسوئی کا تصور کرتا ہے؟ مگر یہ خدمت خود ہی محبت کی دلیل ہے اور اطاعت کی، فافھم! (سمجھ لے) نماز سے فراغت کی حالت میں یکسوئی مستمر ہوکر محسوس ہوتی ہے۔ مگر یہ کوئی چیز نہیں''۔ (تذکرہ، ص۴۰)

ایک دوسرے سالک کے اسی قسم کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

''زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں اور نہ اس کیلئے تشویش خاطر کی ضرورت ہے۔ ہر چیز اپنے وقت پر حسب استعداد اللہ تعالیٰ عطا فرمائینگے''۔

ذکر و وساوس:

وساوس ولا طائل خیالات ذکر ونماز وتلاوت وغیرہ کی حالت میں عموماً سالکین کو تنگ کرتے ہیں اور طالب کو اپنے میں پھنسا کر اللہ تعالیٰ کے دھیان اور اس کی مناجات سے غافل کردیتے ہیں۔ ہمارے حضرت والا قدس سرہٗ کے نزدیک وساوس کا علاج عدمِ التفات ہے۔ وساوس کی طرف جتنا دھیان نفیاً یا اثباتاً کیا جائے گا اتنا ہی بڑھیں گے۔ ان کا علاج صرف یہ ہے کہ وساوس وخیالات سے توجہ ہٹا کر ذات باری تعالیٰ کی طرف یا معانی والفاظ کی طرف کرلی جائے، وساوس آنا بند ہوجائیں گے۔ چونکہ

وساوس کا آنا غیر اختیاری امر ہے اس لئے برا نہیں۔ان کا لانا بُرا ہے۔سالک کو چاہئے کہ ان خیالات سے یکسو ہو کر ایک ذات حق کی طرف متوجہ ہو جائے اور کسی کی طرف عمداً التفات نہ کرے پھر ہزار وسوسے آئیں تو بھی مضر نہیں۔کہ اپنا کام وساوس سے عدمِ التفات اور افرادِ ذکر میں مشغولیت ہے۔

حضرت سیدی قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ راقم سے فرمایا کہ ''مجھے حضرت والا (یعنی مولانا تھانوی) رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ابتدائی خط میں یہ جملہ لکھا تھا کہ ''وساوس کا لانا منع ہے، آنا منع نہیں''۔

حضرت الشیخ ؒ فرماتے تھے کہ:''وسوسہ تو شیطان ڈالتا ہے اور اس لئے ڈالتا ہے کہ سالک کو تکلیف ہو، حضرت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت حاجی امداداللہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ان وساوس کو مرأۃِ جمال حق بنایا جائے کہ یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے کہ اُس نے قلب کو ایسا بنایا کہ اس میں طرح طرح کی چیزیں اور خیالات آتے جاتے ہیں۔جب ان وساوس کو ذات حق کے دھیان اور قرب کا ذریعہ بنالیا جائے گا۔تو شیطان وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا کہ اس کا مقصود تو ذاتِ حق سے ہٹانا تھا اور جب وساوس خود ذات کی طرف توجہ کا ذریعہ بن گئے تو اس کا مقصد کہاں پورا ہوا۔قلب پر جب حضرِ حق کا دھیان چھا جاتا ہے تو وساوس خود بخود دکافور ہو جاتے ہیں''۔

اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔

کشاکشہائے رنگارنگ سے چھوٹوں قرار آئے
مقیم اس گھر میں ہو جائے اگر یہ میہمان دل

حضرت الشیخ قدس سرہٗ ایک خط میں لکھتے ہیں:

''وساوس کا واقع ہونا مضر نہیں۔چور وہاں آتے ہیں جہاں دولت [۱] ہوتی ہے۔شیطانی وساوس

---

[۱] صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق سوال کیا گیا اور صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی اپنے دل میں ایسے (برے) وسوسے پاتا ہے کہ اس کو زبان پر لانے سے جل کر کوئلہ ہو جانا یا آسمان سے زمین پر گر جانا زیادہ پسند کرتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔''یہ عین ایمان کی علامت ہے''۔

ابوداؤد نے ایک دوسری روایت میں ابن مسعودؓ سے ہی نقل کیا ہے۔کہ آپؐ نے فرمایا:'' **الحمد للّٰہ الذی ردّ کیدہ الی الوسوسہ**''۔سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے شیطان کے مکر کو صرف وسوسہ تک ہی رکھا۔

(جمع الفوائد ص۔۱۹، ج۔۱، بحوالہ مسلم وابوداؤد)

کے آنے کو بھی ایسا ہی سمجھا جائے ، اور ان کی طرف سے ذہن کو پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا جائے عدم التفات ہی اس کا علاج ہے''۔

ایک دوسرے مکتوب میں ہے۔

''بیہودہ اور ناپاک خیالات کا پیدا ہونا اگر اپنی طرف سے نہیں تو انشاء اللہ مضر نہیں''۔

ایک مرتبہ فرمایا:۔ ''اگر وسوسۂ کفر مضر نہیں تو وسوسہ گناہ کیسے بُرا ہو سکتا ہے''۔

ایک سالک کو ارقام فرماتے ہیں:۔

'' یہ وساوس کبھی کبھی آتے ہیں اور اسی امر سے کہ آپ اس کو برا سمجھتے ہیں اور اُن کے پیش آنے سے مشوش ہیں، یہ ثابت ہوتا ہے کہ بحمد اللہ ایمان محفوظ ہے۔ ایسے موقع پر استغفار اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی کثرت کیجئے۔ اور ادھر سے دل پھیر کر دوسرے کام میں لگ جایئے التفات بھی نہ کیجئے اور دعا کیجئے۔

یا مقلّبَ القلوب ثبّت قلبی علی دینکَ . (تذکرہ،ص۔۴۵۰)

ایک اور مبتدی طالب کو تحریر فرمایا:۔

''شکوک کا علاج توبہ و استغفار ہے اور اپنے کام میں انہماک، شکوک بیکاروں کو ہوتے ہیں کام کرنے والوں کو نہیں''۔

بعض اوقات برے خیالات دماغی ضعف یا معدہ کی خرابی سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا علاج دوا وغیرہ کا استعمال اور عدم التفات ہے۔ حضرت والاؒ اس عارضہ میں مبتلا ایک سالک کو تحریر فرماتے ہیں:

''یا تو آپ کے معدے کا فعل خراب ہے یا دماغی ضعف ہے غور کیجئے۔ کہ کوئی خاص ایسی بے اعتدالی تو نہیں ہو رہی ہے جس سے ضعف پیدا ہو۔ اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو محض وہم ہے''۔

بعض اوقات سالک اپنے خیالات و اوہام کی بوقلمونیوں اور حجابات نورانی کی دلفریبیوں میں الجھ کر ذکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ۔

''اصل یہ ہے کہ ان سب کو قلب سے خارج کر کے یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہوں ۔وہ سن رہے ہیں ۔دیکھ رہے ہیں ۔جواب دے رہے ہیں ۔جیسا کہ خود ارشاد ہے ۔ ادعــــونــــی اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ، اس لئے انسان یقین کے کانوں سے کیوں نہیں سنتا کہ جب وہ اللہ اللہ کہتا ہے تو اس کا جواب 'عبدی عبدی' دیا جاتا ہے ۔حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ تمہارا نام اللہ تعالیٰ نے لیا ہے ۔تو فرط شوق ومحبت میں رو پڑے کہ میرا نام اللہ تعالیٰ نے لیا ہے ۔اور ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ خود کہتے ہیں کہ ۔''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا ۔پھر ہمیں کیوں یقین نہیں آتا کہ جب ہم اللہ اللہ کہتے ہیں ۔تو اللہ تعالیٰ 'عبدی عبدی' کہہ کر ہمارا جواب دیتے ہیں''۔

اگر سالک رویت الٰہی ،سماعتِ ربانی ،قربت رحمانی کے یقین واذعان کے ساتھ ان کا حق سمجھ کر ذکر کرے تو اس کے اثرات وبرکات سے ضرور سینہ ودل سراپا نور ہو جائے گا اور تمام وساوس و اوہام خود بخود کافور ہو جائیں گے ۔ایسے ہی ذکر کے متعلق حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اور ہی مٹ جائے گی تاریکی افکارِ دل　　خانہ دل میں جو پھیلیں گے کبھی انوارِ دل

جمع وہ سامان ہو ،جسکی خریداری بھی ہو　　سوچ کر اے دل لگانا چاہیئے بازارِ دل

قلبِ عاشق بھی ہے پھر ہمسایہ عرش بریں　　جلوہ فرما مسندِ دل پر اگر ہو یارِ دل

ذکر حق سے صیقل کامل ہوا　　محو دل سے نقش ہر باطل ہوا

چار جانب بارش انوار ہے　　جلوہ فرما وہ مہ کامل ہوا

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا　　ذکر میں تاثیر دور جام ہے

بزم میں تنہا نظر آتا ہوں میں　　ایک میں ہوں اور خدا کا نام ہے

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

بیان (۱۷۔۰۵۔۲۰۱۰)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم!

صبح احیاء العلوم کا درس ہو رہا تھا، اس میں لکھا تھا کہ جو آدمی کام پر جائے تو عقل کو ساتھ لے کر جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کھانا کھا کر جائے ۔ اس بات کو ڈاکٹر صاحبان سمجھتے ہیں کہ جب خون میں شکر کی مقدار (Blood glucose level) کم ہو جاتی ہے تو آدمی چڑ چڑا ہو جاتا ہے۔ بھوک کی وجہ سے خون میں شکر کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور آدمی چڑ چڑا ہو جاتا ہے۔ جب آدمی چڑ چڑا ہو جاتا ہے تو اس سے جھگڑے کا خطرہ ہوتا ہے، لوگوں کی دل آزاری کا خطرہ ہوتا ہے جس سے اُس کا آخرت کا نقصان ہوتا ہے اور دنیا کے لحاظ سے بھی اُس کو نقصان ہو جاتا ہے۔ نجی کمپنیاں (Private companies) جب کام پر رکھنے کے لئے آدمی کا انتخاب کرتی ہیں تو اس کی قابلیت کے علاوہ اس بات کو خاص طور پر مدنظر رکھتی ہیں کہ آدمی ہنس مکھ ہو، شخصیت (Personality) خوشگوار ہو، ناگوار نہ ہو۔ اور جو آدمی ہنس مکھ نہ ہو اور بات کرتے ہوئے منہ بگھاڑ رہا ہو، ماتھے پر بل ہوں تو اس کو نکال باہر کیا جاتا ہے اور کام پر نہیں رکھا جاتا۔ یہاں تک احتیاط کرنی چاہئے کہ اگر کثرتِ نوافل اور عبادات سے آدمی کا مزاج چڑ چڑا ہو جائے تو اس کو اپنی معمولات میں کمی کرنی چاہئے۔ کم سونے سے مزاج چڑ چڑا ہو گیا اور بہت نوافل سے، بہت ذکر سے مزاج چڑ چڑا ہو گیا تو اس چڑ چڑے پن کا دور کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور اس کے لئے معمولات کو اعتدال پر لانا ضروری ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہوا ہے کہ جب بہت سخت نیند آئے تو سو جانا چاہئے۔ ایک آدمی کثرت سے عبادت میں لگ جائے کہ کمائی کرنے سے رہ جائے، بیوی بچوں کے حقوق پورے کرنے سے رہ جائے تو نوافل میں اتنی کثرت پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ اب اس سے دوسری ضروری باتوں پر اثر آ رہا ہے۔ شیطان تو بہت کمال کرتا ہے، اس کے مختلف محاذ ہوتے ہیں۔ ایک محاذ پر کام کرتا ہے جب اُس کے متعلق بندے کو آگاہی ہو جاتی ہے اور اُس کی اصلاح ہو جاتی ہے تو دوسرے محاذ پر آ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی سخت مزاج اور کنجوس نہیں ہوا ہے بلکہ ہر ولی خوش اخلاق اور سخی ہوا ہے۔ یہ بہت ضروری بات ہے کہ عام زندگی میں آدمی خوش اخلاقی برتے۔ عام زندگی میں تو آدمی تھوڑی دیر کے لئے خوش اخلاقی کر سکتا ہے ملنے ملانے والوں سے، یہ آسان ہوتا ہے۔ جس طرح محکموں میں ہفتۂ خوش اخلاقی مناتے

ہیں۔تو کہتے ہیں کہ چلو سات دن کے لئے خوش اخلاقی کرلیں گے پھر دل کھول کر جو چاہیں گے کریں گے۔تو عام زندگی میں آسان ہوتا ہے خوش اخلاقی برتنا۔پھر اپنے محلّے میں جہاں پورا دن کا ساتھ ہوتا ہے تو وہاں نسبتاً مشکل ہوتا ہے، پھر اس سے زیادہ مشکل اپنے گھر میں پیش آتی ہے اور سب سے زیادہ مشکل اپنی اہلیہ کے ساتھ خوش اخلاقی برتنا ہے۔شیطان آدمی سے کسی کا دل دکھا کر، دل آزاری کرا کے سارا کیا کرایا ضائع کرا دیتا ہے۔عورتوں کا ہمارا درس ہوتا ہے تو میں وہاں بڑی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں، عورتوں سے عموماً کہتا ہوں کہ نیک بخت عورت تم مجھ سے گھر کے حالات درست کرنے کے لئے وظائف پوچھتی ہو اور ایک گھنٹہ وظیفہ کرنے میں لگی رہتی ہو مگر اپنی زبان کو قابو نہیں رکھ سکتی جو کہ مسئلہ کی جڑ ہے۔خاوند کہتا ہے کہ کھانا تیار ہے تو بجائے آرام سے کہنے کے کہ تیار ہے یا ابھی تھوڑی دیر میں تیار ہو جائے گا اُلٹا جواب دے گی کہ مجھے مشین سمجھ رکھا ہے کہ کھانا تیار ہے۔کم نصیب آدمی جو ہوتا ہے اس کے پیٹ میں شیطان اُنگلی مارتا ہے، اُس کو اچھالتا ہے اور پھر اس سے اپنی مرضی کی باتیں نکالتا ہے۔اور وہ آدمی خوب اکڑ کر کہتا ہے کہ آج تو میں نے فلاں کو خوب کھری کھری سنا دیں۔آدمی کا یہ منفی مزاج آخرت کے لحاظ سے تو نقصان دہ ہے ہی دنیا کے لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے۔

ایک مرتبہ ایک میواتی نے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔میں بھی میواتیوں کے علاقے گیا ہوا ہوں۔بڑا کارنامہ اُن کا یہ ہوتا ہے کہ دلی ہوئی گندم کو ابال کر اُس میں بھینس کا خالص دودھ ڈال کر اور اس میں گڑ یا شکر ڈال کر مہمان کو کھلاتے ہیں، اسے کھیر کہتے ہیں۔یہ اُن کی بڑی زبردست دعوت ہوتی ہے۔میواتی نے اپنی بیوی سے کہا کہ کھیر پکا لو۔اس نے کھیر پکائی لیکن غلطی سے کھانڈ کے بجائے نمک ڈال دیا کیونکہ کھانڈ بھی سفید ہوتی ہے۔تو جتنی مقدار میں چینی ڈالنی تھی اتنا نمک ڈال دیا۔حضرت مولانا الیاسؒ نے اُس کو بغیر کسی ناگواری کے کھالیا، الحمدللہ پڑھا اور اُس آدمی سے کہا کہ آپ میرے ساتھ آئیں۔ساتھ لیا اور تین دن کے لئے جماعت میں بھیج دیا، اس خطرے کے پیشِ نظر کے بعد میں یہ گھر جائے گا اور خود کھائے گا تو کرے گا بیوی کی پٹائی اور دیہاتی آدمی ہے اُس کی ہڈی پھسلی توڑ دے گا۔اور اس بیچاری نے اس کو پکایا، اتنی تکلیف برداشت کی اور اب شکریہ اور دعائیہ کلمات کے بجائے اس کی پٹائی ہوگی لہٰذا اس کو ساتھ لے جانا چاہیئے۔کچھ عرصہ بعد اس آدمی کو پتہ چلا کہ حضرت صاحب نے وہ نمک والی کھیر کھالی تھی اور بولے تک نہیں ہیں، اس کو ولایت کہتے ہیں۔ولایت کثرت تہجد کو نہیں کہتے یہ میں آپ کو صاف بتا دوں۔اللہ کا تعلق کثرتِ ذکر اور کثرت، نوافل کو نہیں کہتے، یہ باطن کے درست ہونے کو کہتے ہیں۔ذکر کا ثواب ضرور ہے، تہجد کا ثواب ہو جاتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ باطن بن رہا ہے کہ بگڑ رہا ہے۔

ایک واقعہ میں آپ کو بار بار سنا تا رہتا ہوں حضرت ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا۔عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو یہ چھوٹے تھے، بعد میں بہت بڑے عالم ہوئے ہیں۔گنگوہہ میں اُن کے دادا صاحب کے بہت چرچے ہوتے تھے۔انہوں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ ہمارے دادا صاحب کیسے تھے؟ اُن کے پاس کون سی دولت تھی کہ لوگ اتنا چرچا کرتے ہیں۔والدہ نے کہا کہ اُن کی دولت حضرت نظام الدین بلخیؒ لے گئے ہیں۔نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ اُن کے خلیفہ تھے۔ابوسعید گنگوہیؒ اُن کے پاس گئے۔اُن کو پتہ چلا کہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے آئے ہیں تو وہ بادشاہِ وقت کو لے کر اُن کے استقبال کو نکلے،سرخ قالینوں پر چلا کر اُن کو گھر لے گئے، یہ افغانیوں اور بلخ والوں کا طریقہ تھا اعزاز دینے کا۔گھر لے جا کر اُن کو اپنی گدی پر بٹھایا اور خود آگے بیٹھتے رہے اُن کے سامنے دوزانو ہو کر۔تین دن اُن کی خوب خاطر مدارت کی اور بہت زیادہ مال و دولت اور ہدیے دے کر ان کو واپس جانے کا کہا۔انہوں نے کہا کہ میں یہ دولت لینے کے لئے نہیں آیا تھا۔میں تو وہ دولت لینے کے لئے آیا تھا جو آپ ہمارے دادا صاحب سے لے کر آئے تھے۔انہوں نے کہا کہ اچھا! پھر مسند سے اُتارا ،اصطبل میں اُن کو جگہ دی رہنے کے لئے۔گھوڑوں کی لید صاف کرنے اور حمام کا پانی گرم کرنے پر لگا دیا۔کھانے کو دن میں دو سوکھی روٹیاں ملتی تھیں۔کبھی کبھی نکل کر کہتے کہ یہ کیسا لڑکا ہے،اس کو پانی گرم کرنے کا طریقہ بھی نہیں آتا،لید صاف نہیں کر سکتا، یہ کیا کرے گا؟ یہ جو بزرگوں کی اولاد ہوتی ہے ان کے مزاج بہت بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔لوگ حضرت صاحب اور صاحبزادے کہہ کر بلاتے ہیں،قدر و احترام کا رویہ کرتے ہیں، مفت کے کھانے ملے ہوئے ہوتے ہیں، ایسے ہدیئے شکرانے آتے ہیں کہ ان کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ فلانی چیز کتنی قیمت کی آئی ہوئی ہے۔بس کھاؤ پیو مزے کرو۔تو حضرت نظام الدین بلخیؒ نے اُن کو ایسے رکھا کہ کبھی کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے۔

ایک دن جمعدارنی کو کہا کہ اپنے گندے کپڑوں ، جھاڑو اور گندگی کے ٹوکرے کے ساتھ اس کے قریب سے گزرنا۔جمعدارنی جو اس کے پاس سے گزری تو اُس کو کڑوی نگاہ سے دیکھا مطلب یہ کہ ہمارے پاس سے گزر کر تم نے ہماری ہتک کی ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ حضرت صاحب کی جمعدارنی نہ ہوتی تو میں تمہیں ٹھیک کرتا۔کچھ عرصہ اور مجاہدہ کروایا، پھر جمعدارنی سے کہا کہ اس بار جب پاس سے گزرنا تو اپنے کپڑے اُس کے ساتھ چھونا۔کپڑے چھوئے تو زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر کڑوی نگاہ سے دیکھا۔پھر ذرا اور مجاہدہ کروایا۔اب جمعدارنی سے کہا کہ اب جب اس کے پاس سے گزرنا تو اپنی گندگی کا ٹوکرا اس کے سر پر گرانا۔تو وہ عورت پاس سے گزری خود کو ٹھوکر لگائی اور گندگی کا ٹوکرا پھینکا اُن کے سر پر۔جوں ہی پھینکا تو انہوں نے کہا اوہو! میری وجہ سے آپ گریں، آپ کو تکلیف ہوئی اور ساتھ ساتھ گندگی اور کوڑا اکرکٹ جمع کر کر کے اُس کے ٹوکرے میں ڈال رہے ہیں۔

عورت نے جا کر کارگزاری سنائی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں اب بات ہوگئی ہے۔

پہلے زمانے میں ہمارے چشتیہ سلسلے میں ذکر اذکار نہیں بتاتے تھے۔آنے والے کو آدمی کو پہلے کچھ دن جھاڑو دینا ہوتا تھا، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانی ہوتی تھیں، پانی بھرنا ہوتا تھا اور ڈانٹ ڈپٹ سننی ہوتی تھی۔ پھر جب آدمی کے باطن کی صفائی ہوتی تھی پھر ذکر اذکار بتاتے تھے۔ جوں ہی ذکر اذکار بتاتے تھے تو آدمی جہاز کی رفتار سے ترقی کر کے واصل الی اللہ ہو جاتا تھا۔تو ہر ایک کو اپنے آپ سے افضل سمجھنا ہوگا۔ ہمارے ایک برخوردار نے اپنا حال بیان کیا کہ غیر مسلموں کو دیکھ کر بہت غصہ آتا ہے اور طبیعت چڑتی ہے۔تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ غیر مسلموں کے کفر سے نفرت ہونی چاہئے اور غیر مسلم کو اپنے سے افضل سمجھنا چاہئے کیونکہ خاتمہ کا کسی کو پتہ نہیں کہ کس حال میں ہو۔ غیر مسلموں کی تکلیف پر دکھ بھی محسوس کرنا چاہئے ، وہ بھوکا ہو، تکلیف میں ہو، بیمار ہو تو اس کی تکلیف کو محسوس کرنا چاہئے کہ یہ میرے اللہ کا بندہ ہے۔ سبحان اللہ! اس کے کفر سے نفرت ہو، اس کو اپنے سے افضل سمجھے اور اُس کے لئے دل میں ہدایت کی چاہت ہو۔ جس طرح آدمی کو اچھا کھانے کی، اچھا پہننے کی چاہت ہوتی ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا ارمان اور چاہت ہے اہلِ کفر کو ایمان ملنا، کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان نصیب فرمائے۔ ہمارے نعت خوان صاحب پڑھا کرتے تھے،

ؔ
تیری چاہت میری چاہت میں یہ زاہد فرق ہے
تجھ کو جنت چاہئے مجھ کو مدینہ چاہئے

شاعروں کا تو خیال ہوتا ہے، ہمیں جنت بھی چاہئے اور مدینہ بھی چاہئے۔ ہمیں دونوں کی چاہت ہے۔ تو حضور ﷺ کی چاہت ہے کہ انسان کو ہدایت مل جائے۔ یہ جو آپ ؐ نے ساری رات تہجد میں اس آیت کو پڑھ کر روئے ہیں

اِن تُعَذِّبْهُم فَاِنَّهُم عِبَادُک وَ اِن تَغفِرلَهُم فَاِنَّکَ اَنتَ العَزِيزُ الحَکِيم. (مائدہ:۱۱۸)

کہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو آپ بہت زبردست ہیں بہت حکمت والے ہیں۔

یہ کفار کے بارے میں بھی ہے اور یہ رونا آپ کا ساری امت کے لئے ہے۔

نفس پر جبر کر کے خوش اخلاقی کر، نفس پر جبر کر کے خوش اخلاقی کر، نفس پر جبر کر کے خوش اخلاقی کر۔ شیطان پیٹ میں انگلیاں ڈالے گا کہ سخت بات کر، ڈانٹ ڈپٹ کر لیکن فوراً سمجھ جا کہ یہ شیطان مشورے دے رہا ہے اور میں نے اس کی نہیں مانی، میں نے نفس پر جبر کرتے ہوئے اس جذبے کو ترک کرنا ہے اور نرم بات کہنی

ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ فرعون کے پاس جا اور

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○ (طٰہٰ:۴۴)

ترجمہ: اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا کہ شاید وہ (رغبت سے) نصیحت قبول کر لے یا (عذابِ الٰہی) سے ڈر جائے۔ (اور اس سے مان جاوے)

فقہ کی کتابوں میں با قاعدہ لکھا ہوا ہے کہ آدمی گھر والی کو صرف دو باتوں پر مار سکتا ہے،نماز نہ پڑھنے پر اور گندہ رہنے پر اور یہ مارنا بھی ایسے ہے کہ پتلی شاخ سے رانوں یا پنڈلیوں پر مارے تا کہ جلد کو تکلیف ہو اور ہڈی نہ ٹوٹے اور اس کی بھی اجازت ہے لیکن یہ بہتر نہیں ہے۔ چاہئے کہ آدمی کسی اور طریقے سے اس کی اصلاح کرے۔ مضبوط شخصیت وہ ہوتی ہے جو بجائے مار پٹائی کے اور طریقوں سے اصلاح کر سکتی ہو۔بعض آدمی کی نگاہ ایسے ہوتی ہے کہ سارے بچے ڈر کر دبک جاتے ہیں اور اس کی بات کو مان لیتے ہیں۔اور بعض آدمی چیخیں مارتا ہے شور مچاتا ہے مگر کوئی اس کی بات نہیں مانتا۔

میں نے جن کنسلٹنٹ ڈاکٹروں کے ساتھ کام کیا ہے تو ان میں سے ایک جو تھے تو اگر کوئی بات اس کی طبیعت کے خلاف ہو جاتی یا ہم سے کسی مریض کی دیکھ بھال میں کوئی کوتاہی ہو جاتی تو وہ صرف چوتھائی منٹ کے لئے خاموش ہو جاتے تھے اور سارے وارڈ میں کھلبلی مچ جاتی۔ یہ گویا انتہائی ناراضگی کا اظہار ہوتا۔ پوچھتے فلاں کام کیسے ہوا؟ ہم کہتے ایسے ہوا۔اگر اس میں غلطی ہوتی تو صرف چوتھائی منٹ کے لئے خاموش ہو جاتے۔اس سے آدمی پر اتنا بوجھ آتا کہ سب معافی مانگنے کے لئے تیار ہو جاتے۔اور ایک اور کنسلٹنٹ تھے وہ معمولی بات پر اتنا شور مچاتے کہ پورا وارڈ ان کی آواز کو سن لیتا تب جا کر کوئی ان کی بات پر عمل کرتا۔شور اتنا زیادہ اور شخصیت کا اتنا بھی رعب نہیں کہ کوئی اثر لے۔

پہلے دور میں تبلیغ کے سلسلے میں یونیورسٹی کے طلبا کی نگرانی میں کرتا تھا۔ان دنوں شبِ جمعہ پر کھانا ساتھ لے کر جانا ہوتا تھا۔میں کسی سے کہتا کہ برخوردار آپ کھانا لے کر آئیں گے۔تو وہ کھانے کے دو تین دیگچے سر پر باندھ کر لاتا تھا،پھر میں اس سے کہتا کہ آپ ان لوگوں کو کھانا کھلائیں اور خود پیچھے بیٹھ کر اس کی ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دیتا تھا،خان ہوگا تو اپنے علاقے کا ہوگا یہاں تو خدمت کرنے ہے،اس کو تو کوئی کام کرنے کا طریقہ نہیں آتا، پلیٹ ٹیڑھی رکھ رہا ہے یہ تو کیا کر رہا ہے،تو اس طرح دس منٹ اس کو لتاڑنا ہوتا تھا۔ایک دفعہ ہمارے ہزارے کے علاقے کا ایک خان تھا اور میاں صاحب بھی تھا۔کسی نے کہا کہ اس کو امیر بنانا چاہئے بہت خدمت کرتا ہے۔تو میں نے اس کو کھانا لے جانے کا کہا اور پھر جب اس کی ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی تو آدمی گرم ہو گیا کہ دیکھو جی ہم سب

کچھ کر سکتے ہیں مگر یہ باتیں نہیں برداشت کر سکتے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جی بالکل۔آج کے بعد آپ ہمارے معزز دوست رہیں گے لیکن وہ جو آپ کو اعزاز دینا تھا وہ نہیں ہو سکے گا۔آج تک وہ ہمارے معزز دوست ہیں، ہم ان کا خیال کرتے ہیں، زندگی نہ بدل سکی کیونکہ یہ تو تب ہو سکتا تھا جب وہ اس کہنے سننے پر صبر کر لیتا۔

ہمارے یہاں ایک پروفیسر صاحب نے امام صاحب کو ڈانٹا، مجھے بڑی ناگواری ہوئی۔بس گیا اور کمر کا درد ہو گیا پروفیسر صاحب کو اور جماعت کی نماز میں آنے سے ہی رہ گیا۔ایک دفعہ میں گاؤں گیا تو پانی کی بہت تکلیف تھی، بارش نہیں ہو رہی تھی اور کنویں خشک ہو رہے تھے اور لوگ کنوؤں میں مزید آٹھ آٹھ، دس دس فٹ کھدائی کر رہے تھے۔ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی تھا جس کا وقت انگلینڈ میں گزرا ہوا تھا، دہریہ ہو کر آ گیا تھا۔دیہاتی لوگوں نے اُس کی انگریزیت کی وجہ سے اُس کا نام اینٹی پینٹی رکھا ہوا تھا۔ نمازوں کے خلاف باتیں، روزوں کے خلاف باتیں، دین کے خلاف باتیں اس کا مشغلہ تھا۔اس کا کنواں خشک ہو گیا، اس کی کھدائی کرانا چاہتا تھا۔ہمارے امام صاحب کا بیٹا مسجد میں بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا تھا۔اس نے اس آدمی کے بچے کی پٹائی کر دی۔تو یہ آدمی آیا اور امام صاحب کے بیٹے کو بہت بے عزت کیا۔خیر وہ کنواں کھودنے پر لگے مزدوروں کو دیکھنے کے لئے گیا۔اس نے کہا یہ مزدور ٹھیک کام نہیں کرتے میں خود دیکھنے نیچے اتروں گا۔جوں ہی اُسے اُتارنے لگے تو آدمی کے ہاتھ سے کنویں کی چرخی چھوٹی سیدھے جا کر نیچے گرا، سر میں چوٹ لگی اور مر گیا۔دوسرے بھائی نے کہا کہ پیچھے میں اُترتا ہوں۔اس کو اُتار رہے تھے تو آدھے میں وہ بھی چھوٹا اور اس کی پسلیوں پر جا کر گرا۔تیسرے آدمی نے چرخی کو روکنے کی کوشش کی اس نے جو پکڑا تو چرخی نے اس کو گھمایا اور کنویں کے اُس طرف لے جا کر پھینکا۔میں نے گاؤں والوں کو کہا کہ اس کی پکڑ نہیں ہو رہی تھی اس نے ایک اللہ والے کو ستایا کرخت بات کر کے بس اس کی پکڑ ہو گئی۔اتنے دنوں یہ دندناتا پھر رہا تھا۔اب اس کی پکڑ ہو گئی ہے، اب آپ فکر نہ کریں بارشیں بھی ہو جائیں گی، علاقے کا پانی بھی ہو جائے گا۔

تو یہ خوش اخلاقی مفت کی نیکی ہے۔ولایت کا دروازہ کھولنے والی ہے۔کسی شاعر نے کہا ہے کہ

؎ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھیں کروبیاں

تو انشاءاللہ نیت کر لی ناں؟ نفس کا کچلنا مشکل ہوتا ہے۔نفس کا کچلنا ہو جائے تو انشاءاللہ آپ مال، جان، اولاد ہر چیز میں واضح برکت کو آتا دیکھ لیں گے۔میں ایک جگہ گیا تو وہاں ایک عورت نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب دعا کریں میرے بچوں کے لئے۔میں نے کہا دعا تو میں کروں گا مگر تم بچوں کے والد صاحب کو ستایا مت

کرو۔ کیونکہ مرد نے شکایت کی تھی کہ مجھے بہت ناگوار باتیں کرتی ہے، تلخ باتیں کہتی ہے کیونکہ عورت مالدار ہے، اس کا مال گھر میں چل رہا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر تو بچوں کی ترقی چاہتی ہے تو خاوند کو ستایا نہ کر۔ میں دعا کروں گا لیکن نسخہ میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ بعض مرد کہتے ہیں کہ دعا کرو بچوں کا مستقبل کھلے۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ گھر والوں کو ستایا مت کرو تو تمہارے بارے میں بھی خیر کے حالات آئیں گے۔

ہم نے آپس میں ایک دوسرے کے دل دکھائے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ایک دوسرے کے لئے دل کی چاہت نہیں ہوتی دعا کی۔ دعا الفاظ تو نہیں ہیں جو ہم کہتے ہیں بلکہ دعا قلب کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جو ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے کسی کی خدمت یا اذیت سے۔

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۲۱ سے آگے: سوچ اور حرکت تو سب جانوروں کے پاس ہے لیکن حیوانی سوچ صرف شعور کی حد تک ہے جس سے گرمی، سردی، بھوک، پیاس اور جذباتِ شہوانیہ کا احساس ہوتا ہے۔ انسان کے پاس سوچ شعور سے بالاتر ہے اور یہ اچھے اور بُرے کے بارے میں سوچ کر حق ناحق کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس فیصلے کے بعد جو بدن کے اعضاء و جوارح استعمال ہوتے ہیں تو اس سے انسان کا عمل وجود میں آتا ہے۔ انسانی بدن.....سوچ اور عمل کا مجموعہ ہوا۔ جہاں تک اس کے بدن کا تعلق ہے ،اس کی ضروریات مادی اور خاکی ہیں جو اس زمین اور اس کے عناصر سے پوری ہوتی ہے۔ زمین اور اس کے عناصر کی تحقیق و تشریح اور اُن کے جوڑ توڑ سے انسان نے صدیوں کے تجربہ کے نتیجے میں اپنے لیے ضروریات اور سہولتیں مہیا کی ہیں۔ اس کی ضروریات کے بارے میں تو پہلے دن سے زمین کو پیدا کر کے اس کے اندر زندہ مردہ انسانوں کی کل ضروریات کو پورا کرنے کی استعداد رکھ لی تھی۔ چنانچہ سورۂ مرسلٰت کی آیت :

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ○ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ○ (المرسلٰت: ۲۵،۲۶)

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا (کہ زندگی اسی پر بسر ہوتی ہے، مرنے کے بعد دفن اور غرق ہو جانے اور جل جانے کی صورت میں بالآخر مٹی ہو کر اجزاء ارضیہ ہی میں کھپ جاتے ہیں اور اس حالت بعد الموت کا نعمت ہونا اس طرح ہے کہ اگر مردے خاک نہ ہو جایا کرتے تو زندے پریشان ہو کر مردہ سے بدتر ہو جاتے کہ ان کو اپنے بسنے بلکہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ ملتی۔)

انسان کے باطن میں اور اس کے قلب و دماغ میں یہ استعداد ودیعت کر دی گئی تھی کہ زمین کی اشیاء کی تحقیق و تشریح کر کے اور جوڑ توڑ کر کے ان سے اپنی ضرورت اور سہولت کی اشیاء حاصل کرے۔ یہی سوچ سائنس کی بنیاد ہے۔

(جاری ہے)

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۲۴)

اللہ کا تعلق چار پہلوؤں پر ہے، اس کے چار رُخ ہیں:

فرمایا کہ اللہ کا تعلق چار پہلوؤں پر ہے، اس کے چار رُخ ہیں۔ جس طرح آپ لوگ Catagorization اور Classification کرتے ہیں۔ تو نسبت چار قسم پر ہے، ایک کو انعکاسی کہتے ہیں، ایک کو القائی کہتے ہیں، ایک کو اصلاحی کہتے ہیں اور ایک کو اتحادی کہتے ہیں۔

۱﴾ نسبتِ انعکاسی:

انعکاسی عکس سے ہے۔ جب آدمی کسی کامل کے پاس بیٹھتا ہے، اس کی صحبت میں آتا ہے تو اس کے باطن پر عکس پڑتا ہے۔ آپ آئینے کو دیکھیں کہ اس میں بڑی خوبصورت تصویر لگی ہوئی ہے ماشاءاللہ! خوب مونچھیں اور خوب رنگ وروغن، صحت مند آدمی ہے، تو کوئی بچہ ہو تو وہ یہ سمجھے گا کہ یہ تصویر لگی ہوئی ہے۔ لیکن سمجھدار آدمی کو پتہ ہوگا کہ آئینے کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہے اور اس کا عکس اس میں آرہا ہے، اور وہ جُوں ہٹا تو عکس زائل ہو جائیگا۔ ایسے ہی نسبتِ انعکاسی میں آدمی پر کسی کامل کے پاس بیٹھنے اُٹھنے سے عکس آیا ہوا ہوتا ہے، اور بعض اوقات نسبتِ انعکاسی کے حالات پورے کامل کی طرح ہوتے ہیں لیکن ہوتے عارضی ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ کے پاس اسلامیہ کالج کے چار طلباء بیٹھتے تھے، میں نے دیکھا تو ان چاروں کو نسبتِ انعکاسی حاصل ہوگئی ہے۔ انھیں میں سے ایک رہتا بھی میرے پاس تھا اور تین دوسرے ہاسٹلوں میں رہتے تھے۔ جو میرے پاس رہتا تھا تو اسکو جب ذِکر اذکار اور دینی مجلس میں کیفیت اور تعلق مع اللہ محسوس ہوا تو بڑا خوش ہوا، اس کا خیال ہوا کہ ہم بھی کامل ہو گئے ہیں۔ یہ ایک عارضی حال ہوتا ہے جس سے ناقص یوں سمجھنے لگتا ہے کہ میں کامل ہو گیا ہوں اور پہنچ گیا ہوں لیکن جُوں آدمی ماحول سے ہٹا تو وہ حال زائل ہوتے ہوتے پھر ختم بھی ہو جاتا ہے۔ وہ یہاں سے کراچی چلا گیا اور جُوں ماحول بدلا تو آہستہ آہستہ ساری باتیں.... یہاں تک کہ شرعی شکل وصورت سے بھی بے چارا فارغ ہو گیا۔ ہمارے پاس ایک میڈیکل کالج کا طالب علم رہتا تھا ہاسٹل میں، میرا اوارڈ تھا، ایک دفعہ اتفاقاً غلطی سے میرے زبان سے یہ بات نکل گئی کہ کامل ہونے کے بعد فنائے کلی کا ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس میں اس طرح ہوتا ہے کہ آدمی کی کسی چیز پر نظر پڑتے ہی اسکا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے، ایسے آدمی جو ہوتے ہیں ان کی نظر نظرِ شہوت نہیں ہوتی بلکہ نظرِ عبرت ہوتی ہے۔ بعض اوقات انعکاسی حال والا

آدمی یوں سمجھنے لگتا ہے کہ کہیں ہم بھی اسی زمرے میں ہو گئے ہیں۔ڈاکٹر صاحب سمجھے کہ کہیں ہم بھی ان لوگوں میں ہو گئے ہیں اور اب ہمیں بھی نقصان نہیں ہوتا،تو خیر......... ہاسٹل اس کا بدلا۔دوسرے ہاسٹل والوں سے اس نے کہا کہ ٹیلی ویژن دیکھنے سے مجھے نقصان نہیں ہوتا،الحمدللہ نظر کا رُخ شہوت سے بدل گیا ہے۔بس اللہ کی شان کہ کچھ عرصہ مہینہ دو مہینہ مجلس سے علیٰحدہ ہوا،پھر آیا تو دیکھا کہ سارا اثر زائل ہو گیا،ساری نُورانیت جو تقویٰ کی آئی تھی زائل ہو گئی۔

حضرت شیخؒ (مولانا زکریاؒ) نے اپنی آپ بیتی میں بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ تھے،ان کا جو مُرید آئے اس کو چومتے تھے،کوئی بوڑھا آیا ہے،کوئی کالا کلوٹا آیا ہے یا کوئی خوبصورت آیا ہے جیسا بھی آیا ہے اسے دل کی ایک محبت اور شفقت کی وجہ سے چومتے تھے۔خانقاہ میں ایک مانیٹر قسم کا مُرید تھا اس نے جو دیکھا کہ ماشاءاللہ بزرگوں کے ہاں بڑے مزے ہیں تو اس نے بھی جو آئے اسے چومنا شروع کر دیا۔تو اُن بزرگ کو اندازہ ہوا کہ یہ جذبۂ نفسانیت سے کر رہا ہے اور انھیں فکر ہوئی کہ اس کی اصلاح کیسے کریں گے؟ آدمی بڑا کام کا تھا،خدمت ٹھیک کرتا تھا،ایک اس میں یہ کوتاہی پیدا ہو گئی تھی۔ایک دفعہ اس کو ساتھ لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک لوہار نے بھٹی میں لوہا گرم کیا ہوا تھا اور سندان پر کوٹنے کے لیے رکھا تھا۔تو یہ بزرگ گئے اور انھوں نے اس گرم لوہے کو چوما،پھر مُرید سے فرمایا کہ برخوردار! آؤ اس کو چومو،مُرید نے کہا کہ....توبہ میں اس کو کیسے چوموں گا!! تو اُنھوں نے کہا کہ جب تک اس لوہے کو نہیں چوم سکتے تب تک ہمارے مُریدوں کو بھی نہیں چومو گے۔

نسبتِ انعکاسی والے کا حال بعض اوقات کامل کی طرح ہوتا ہے اور اس کا خود بھی خیال ہوتا ہے کہ میں پہنچ گیا ہوں لیکن یہ عارضی ہوتا ہے اور ماحول سے ہٹ جانے کے بعد وہ زائل ہو جاتا ہے اور آدمی پھر اسی جگہ پر آجاتا ہے جہاں پہلے تھا۔جیسے آپ کی گاڑی بند ہو گئی ہو اس کو آپ دھکا دے کر چڑھائی پر چڑھاتے ہیں،جب چڑھائی پر چڑھا دیں لیکن جُوں چھوڑا وہ لڑھک کر نیچے آجائے گی اور اگر پیچھے پتھر رکھ دیں تو وہ وہاں کھڑی ہو جائیگی اور پھر نہیں لڑھکے گی۔انعکاسی نسبت والے آدمی کا لڑھکنے کا حال ہوتا ہے اور لڑھکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۲﴾ نسبتِ القائی:

نسبتِ القائی جیسے چراغ جلا کر کسی کو دے دیا جائے،جلا ہوا چراغ جل رہا ہے روشنی دے رہا ہے لیکن دو باتوں کی اس کو ابھی بھی ضرورت ہے۔ایک اس کی لَو اور شعلے کو ہوا سے بچائیں گے اور دوسرے اس کے اندر تیل باقاعدہ ڈالتے جائیں گے،تیل ڈالنا بند کیا تو بجھ جائے گا،زور کی ہوا لگی تو بجھ جائے گا۔تو نسبتِ القائی کا جو تعلق ہوتا ہے وہ ایک کمزور سا تعلق ہوتا ہے جس کو باقاعدہ تیل دینا اور ہوا سے بچانا ہوتا ہے ورنہ بجھنے کا خطرہ ہوتا

ہے۔ ہوا سے بچانا یہ گناہ سے بچانا ہے اور تیل ڈالنا جو اعمال و اذکار مشائخ نے بتائے ہوتے ہیں ان کو باقاعدگی سے کرنا ہوتا ہے، ان میں اگر کمی کی تو بجھنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۳﴾ نسبتِ اصلاحی:

اصلاحی نسبت کہتے ہیں جیسے کسی بڑے دریا سے نہر نکال لینا۔ اس میں بحر حال کیچڑ آنے کا خطرہ ہوتا ہے اس کو باقاعدہ صاف کرتے رہنا ہوتا ہے، اس کو بَھل صفائی کہتے ہیں۔ بَھل صفائی اگر نہ کریں تو دوسرے سال کم پانی چلے گا تیسرے سال اور کم، اور چوتھے سال نہر بند ہو جائے گی۔ تو نہروں کی بَھل صفائی ضروری ہوتی ہے اس کے بغیر چلتی نہیں ہیں۔ ایسے ہی نسبتِ اصلاحی والے کا اثر نسبتِ انعکاسی و القائی والے سے زیادہ دیر تک باقی رہتا ہے لیکن زائل ہونے کا خطرہ اس کو بھی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ کے پاس ماحول میں آنا ضروری ہوتا ہے۔

۴﴾ نسبتِ اتحادی:

دریائے سندھ ہزار ہا سال سے چل رہا ہے اور کوئی بَھل صفائی نہیں ہوئی پھر بھی چل رہا ہے۔ اس میں اگر کوئی پہاڑ بھی گر جائے تو اُس نے تو ختم ہونا ہوتا ہے دریا نے پھر بھی رُکنا نہیں۔ یہی مثال نسبتِ اتحادی کی ہے کہ نسبتِ اتحادی میں آدمی سے کبیرہ گناہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ کا تعلق نہیں ٹوٹتا ہے، عجیب بات۔ اس بات کو شیعوں نے یہ بنا دیا ہے کہ آیت اللہ عظمٰی جو ہوتا ہے وہ اگر گناہ بھی کرے تو اس کے لیے جائز ہے (نعوذباللہ من ذالک)، یہ شیعوں کے پاس جتنی باتیں ہیں ان کی بنیادیں وہ قرآن و حدیث سے بیان کرتے ہیں لیکن سب کو اُنھوں نے اپنی نفسانیت سے بگاڑا ہے۔

جو نسبتِ اتحادی ہے وہ کبیرہ گناہ سے ختم نہیں ہوتی۔ نسبت اتحادی والے کا گناہ غلط فہمی سے ہو سکتا ہے اور بعض اوقات غلطی سے بھی ہو سکتا ہے لیکن معاً اس کو توبہ تائب ہونے کی اور گڑگڑانے کی اور اللہ کے حضور عاجزی کرنے کی اور گناہ معاف کرانے کی ایسی توفیق ہو جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے گناہ معاف ہو کر تعلق بحال رہ جاتا ہے۔ تو وہ ایسا نہیں ہے کہ آدمی کسی ایسی جگہ پر پہنچ جاتا ہے کہ گناہ کرنا اس کے لیے جائز ہو جاتا ہے جیسے کہ شیعوں نے اس کو کر دیا ہے۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایمان اس سطح پر تھا کہ اُن کو نسبتِ اتحادی حاصل تھی۔

شیطانی بد گمانیاں:

فرمایا کہ شیطان بد گمانی کا ہتھیار مختلف جگہوں پر استعمال کرتا ہے۔ ملازمت میں آپس کی بد

گمانیاں، میاں بیوی میں بدگمانیاں، مُرید کو پیر سے بدگمان کرتا ہے، کاروبار میں آپس میں بدگمانی پیدا کرنا۔ یہ شیطان کی ایسی چال ہے جس سے بعض اوقات کتابیں پڑھے علماء اور مدرسہ کے شیخ الحدیث تک محفوظ نہیں رہتے۔

میاں بیوی کی ایک دوسرے سے بدگمانی گھریلو ناچاقیوں کے ساتھ کئی قسم کی نفسیاتی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ شیطان بعض اوقات میاں کے دل میں بیوی کے خلاف بدگمانی پیدا کرتا ہے اور شوہر کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ بیوی بدکار ہے۔ پنڈی سے ایک صاحب میرے پاس آئے، جو اپنی بیوی سے اس قسم کی بدگمانی رکھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اُن کی اولاد ناجائز ہے اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اِرادہ بھی رکھتے تھے۔ تحقیقی سوالات کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں اور اس کے پاس اپنے وہم کے ٹھوس دلائل بالکل نہیں لیکن محض وساوس کے آگے ہتھیار ڈال کر اپنے گھر کو اُجاڑ رہے ہیں۔ ان وساوس کی وجہ حکیموں کے نزدیک بدن میں خلطِ سودا یا صفراء کی زیادتی اور جدید ڈاکٹروں کے نزدیک ڈوپامین (Dopamine) کی کمی یا زیادتی ہوتی ہے، جس کا ماہر سے علاج کرانا ضروری ہوتا ہے۔

زیارت کا کا صاحب سے کچھ ساتھیوں نے پیغام بھیجا کہ یہاں ایک وکیل صاحب ہیں، پیپلز پارٹی کے اوّلین دور کے کارکنوں میں شامل رہے۔ ان کی ذہنی حالت صحیح نہیں تھی، کچھ افاقہ ہوا ہے جس سے دِین کی طرف مائل ہوئے لیکن کسی دِینی سیاسی پارٹی کے ساتھ ہوگئے جہاں ہنگامہ خیز زندگی کی وجہ سے دوبارہ بیمار ہونے کا خطرہ ہے۔ ساتھیوں کا یہ اِرادہ ہوا کہ بندہ وہاں جائے اور اسے ترغیب دے کر تبلیغی جماعت میں شامل کردے تاکہ دینداری کی زندگی کے ساتھ کچھ پرسکون ماحول بھی مل سکے۔ بندہ وہاں حاضر ہوا ہماری تشخیص تو رُوحانی ہوتی ہے، اس کے حالات سننے سے پتا چلا کہ جب یہ چھوٹا تھا اسی وقت سے ان کی والدہ اور والد صاحب کی آپس میں ناچاقی اور جدائی ہوگئی تھی۔ یہ ہمارے صوبہ سرحد کے ماحول کی بدقسمتی ہے کہ جدائی کرکے ساری عمر بیوی کو لٹکائے رکھیں گے لیکن طلاق نہیں دیں گے اور اس کو نام نہاد غیرت کے خلاف سمجھیں گے۔ قتل تو کردیں گے لیکن طلاق نہیں دیں گے۔ چنانچہ اس نوجوان کی ایسی کڑھن کی فضا میں پرورش ہوئی۔ بہرحال ہمارے سلسلہ میں علاج کا طریقہ کار، بار بار ہماری مجلس کی حاضری ہوتی ہے۔ ہم کوئی خواجہ معین الدین اجمیریؒ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تو ہیں نہیں کہ ایک نظر ڈال کر بیماری دُور کردیں۔ اُن حضرات کی بھی اسّی نوے سالہ زندگی میں چند ہی واقعات ایسے پیش آئے ہونگے۔ ورنہ عمومی زندگی میں وہ بھی اسباب اختیار فرماتے تھے۔ وکیل صاحب کچھ مُدّت بعد میڈیکل کالج میں مجھ سے ملے، ملنے سے اندازہ ہوا کہ ان کی گھریلو ناچاقیوں نے انھیں ہیروئن کا عادی بنا دیا ہے۔ لہٰذا انھیں علاج کے لیے ہسپتال میں داخل کروانا پڑا۔ تو شیطان کے اس فریب میں آنے سے خاندان، صحت، زندگی

سب تباہ ہوکررہ جاتے ہیں۔

شیطان یہی بدظنی کا ہتھیار مُرید پر بھی آزماتا ہے، پیر کی بعض عادات اور باتوں کو خلافِ شرع بنا کر مُرید کے سامنے پیش کرتا ہے جس سے مُرید اپنے پیر سے بدظن ہو جاتا ہے۔اس میں قصور اکثر مُرید کا ہوتا ہے کہ دِینی علم وفہم نہ ہونے اور شریعت کی باریکیوں سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے پیر کے خلاف تنقیدی جذبات پیدا ہوجاتے ہیں۔یا تو مُرید دِینی علم وفہم والا ہو کہ دِینی مسائل کی باریکیوں کو جانتا ہو،نہیں تو اس کے لئے حکم ہے کہ جب اس نے تسلّی کر کے پیر سے بیعت کر لی ہے تو اس کی نہ سمجھ میں آنے والی باتوں کے متعلق اچھا گمان رکھے، اِلا یہ کہ اس دور کے محققین مشائخ اس بات کی نشاندہی نہ کردیں کہ اس شیخ کے اعمال اب قابل اعتبار نہیں رہے۔

سائنس کی بنیاد:

فرمایا کہ انسان جسم اور رُوح کا مجموعہ ہے۔رُوح ایک آسمانی ،علوی حقیقت ہے، جو نہ مادہ ہے نہ توانائی ہے بلکہ سب سے زیادہ نفیس توانائی ،بجلی اور مقناطیس سے بھی وراء ہے۔اگرچہ زندہ جسم کے اعصاب، دل اور پٹھوں (Musceles) سے ہم ایک قسم کی بجلی کی کرنٹ نوٹ کرتے ہیں، جس سے مختلف بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے۔لیکن اسی وولٹ کی بجلی ہم مردہ جسم کے اعصاب، دل اور پٹھوں پر چھوڑیں تو مردہ بدن کے اعضاء و جوارح وہ کارکردگی نہیں کرسکتے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رُوح برقی قوت وتوانائی نہیں ہے۔وہ انسانی حواس اور سائنسی آلات کے ذریعے معلوم ہونے والی حقیقت نہیں ہے۔اسی لے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا:

وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا O

(بنی اسرائیل:۸۵)

ترجمہ:اور یہ لوگ آپؐ سے (امتحاناً) روح (کی حقیقت) کو پوچھتے ہیں۔آپؐ (جواب میں) فرما دیجئے کہ روح (کے متعلق بس اتنا اجمالاً سمجھ لو کہ وہ ایک چیز ہے جو) میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور (باقی اس کی مفصل حقیقت سو) تم کو بہت تھوڑا علم (بقدر تمہاری فہم اور ضرورت کے) دیا گیا ہے۔(اور روح کی حقیقت کا معلوم کرنا کوئی ضرورت کی چیز نہیں اور نہ اس کی حقیقت عام طور پر سمجھ میں آسکتی ہے اس لئے قرآن اس کی حقیقت کو بیان نہیں کرتا۔)

رُوح کے بدن میں آنے کے بعد دو باتیں وجود میں آتی ہیں،سوچ اور حرکت۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

ھے فتنہ پرور نظام عَالَم تو اپنے مسلم کی لاج رکھ لے

(انجینئر نجیب الدین محمد صاحب)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب کچھ دن پہلے بم دھماکے میں کئی لوگوں کی شہادت ہوئی اور کئی زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ جہاں اپنی جگہ ملک کے دوسرے حصوں میں دہشت گردی کے واقعات کی طرح ہولناک اور قابل مذمت ہے وہیں اس سے زیادہ افسوسناک امر بعض علماء کے وہ غیر ذمہ دارانہ بیانات ہیں جو اس کے ردعمل میں سامنے آئے۔ بظاہر اس کی ڈوریاں کسی بیرونی طاقت کے ہاتھ میں لگتی ہیں جو ہمارے ملک میں فرقہ واریت، فسادات اور مذہبی اختلافات کی آگ کو مزید بھڑکانے کے لئے یہ ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے۔

صدیوں سے یہ روش چلی آرہی ہے کہ حکومتیں اپنی مذموم مقاصد پوری کرنے کے لئے درباری علماء کا سہارا لے کر علماء حق کے خلاف فتویٰ بازی کرتی ہیں۔ ڈیڑھ صدی پہلے انگریزوں نے ''سرکار انگریزیہ کو اللہ کی رحمت کا سایہ'' سمجھنے والے علماء کرام کو استعمال کیا اور ان کے ذریعہ سے جہاد کا علم سربلند کرنے والی جماعت پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔

اسی صدی کے ابتداء میں جب تمام دنیا کے کفار نے مل کر ہمارے برادر اسلامی ملک پر حملہ کر کے شاہی نظام کا خاتمہ کیا تو علماء کے ایک گروہ نے اسے جائز بتایا۔ جامعہ حفصہ کی ہزاروں بچیوں کو جب فاسفورس بموں سے جلایا گیا تو یہی لوگ حکومت کے شانہ بشانہ نظر آئے۔ صدائے احتجاج تو دور کی بات کسی ایک موقع پر ان کے ہونٹوں میں جنبش نہ ہوئی۔

شیخ ومربی حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم سے کئی مرتبہ یہ سنا کہ اسلام دشمن قوتیں (یہود، ہنود اور عیسائی) اپنے لوگوں کی تربیت کروا کر اسلامی ممالک میں بھیج دیتے ہیں جہاں وہ علماء کے بھیس میں مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا بیج بو دیتے ہیں۔ اسلامی تحریکوں میں کلیدی عہدوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ تحریکوں کو شدید اندرونی نقصان پہنچا کر مشن کی تکمیل کے بعد واپس اپنے ممالک کی راہ لیتے ہیں۔ مسجدوں میں بطور پیش امام متعین ہوتے ہیں اور قبیح حرکات کر کے خود تو رفو چکر

ہو جاتے ہیں اور لوگ علماء حق پر طعن کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں میں ایک معیاری رسالہ میں مضمون پڑھنے کو ملا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غیر لوگ منظّم طریقے سے جعلی علماء کے ذریعے سے دین اسلام کو اندر سے کھوکھلا کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئے ہیں۔ مضمون اختصار کے ساتھ پیش ہے۔

’’ نواب راحت سعید خان چھتاری ۱۹۴۰ء کی دہائی میں ہندوستان کے صوبے اتر پردیش کے گورنر رہے۔ انگریز حکومت نے انہیں یہ اہم عہدہ اس لئے عطا کیا کہ وہ مسلم لیگ اور کانگرس کی سیاست سے لاتعلق رہ کر انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ نواب صاحب اپنی یاداشتیں لکھتے ہوئے انکشاف کرتے ہیں ایک بار انہیں سرکاری ڈیوٹی پر لندن بلایا گیا۔ ان کے ایک پکے انگریز دوست جو ہندوستان میں کلکٹر رہ چکا تھا، نے نواب صاحب سے کہا’’ آیئے! آپ کو ایک ایسی جگہ کی سیر کرواؤں جہاں میرے خیال میں آج تک کوئی ہندوستانی نہیں گیا۔‘‘

نواب صاحب خوش ہو گئے انگریز کلکٹر نے پھر نواب صاحب سے پاسپورٹ مانگا کہ وہ جگہ دیکھنے کے لئے حکومت سے تحریری اجازت لینی ضروری تھی۔ دو روز کے بعد کلکٹر نے اجازت نامہ ساتھ لے آیا اور کہا’’ ہم کل صبح چلیں گے لیکن میری موٹر میں، سرکاری موٹر وہاں لے جانے کی اجازت نہیں۔‘‘ اگلے صبح انگریز، نواب صاحب کو لے کر منزل کی طرف روانہ ہوا۔ شہر سے باہر نکل کر جنگل شروع ہو گیا۔ جنگل میں ایک پتلی سڑک موجود تھی۔ جوں جوں چلتے گئے، جنگل گھنا ہوتا گیا نہ کوئی ٹریفک نہ پیدل مسافر پھر دور سامنے ایک نہایت وسیع و عریض عمارت دکھائی دی۔ اس کے چاروں طرف کانٹے داروں جھاڑیوں اور درختوں کی ایسی دیوار تھی جس عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ عمارت کے چاروں طرف زبردست فوجی پہرہ تھا۔

اس عمارت کے باہر فوجیوں نے پاسپوٹ اور تحریری اجازت نامہ غور سے دیکھا اور ان کو اپنی فوجی گاڑی میں بٹھا کر روانہ ہو گئے۔ آخر دور ایک اور سرخ پتھر کی بڑی عمارت نظر آئی تو فوجی ڈرائیور نے موٹر روک دی اور کہا’’ یہاں سے آگے آپ صرف پیدل جا سکتے ہیں۔‘‘ راستے میں کلکٹر

نے نواب صاحب سے کہا ”یاد رکھیں، آپ یہاں صرف دیکھنے آئے ہیں، بولنے یا سوال کرنے کی بالکل اجازت نہیں۔“

عمارت کے شروع میں وسیع دالان تھا۔اس کی پیچھے متعدد کمرے تھے۔دالان میں داخل ہوئے تو ایک باریش نوجوان عربی کپڑے پہنے، سر پر عربی رومال لپیٹے ایک کمرے سے نکلا۔ دوسرے کمرے سے ایسے ہی دو نوجوان اور نکلے۔ پہلے نے عربی لہجے میں ”السلام علیکم“ کہا۔ دوسرے نے کہا ”وعلیکم السلام! کیا حال ہے؟“

نواب صاحب یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔کچھ پوچھنا چاہتے تھے،لیکن انگریز نے فوراً اشارے سے منع کر دیا۔چلتے چلتے ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے۔دیکھا کہ اندر مسجد جیسا فرش بچھا ہے۔سامنے استاد بالکل اسی طرح بیٹھے سبق پڑھا رہے ہیں۔ جیسے اسلامی مدرسوں میں پڑھاتے ہیں۔نواب صاحب نے دیکھا کہ کسی کمرے میں قرآن مجید پڑھا جا رہا ہے،کہیں قرأت سکھائی جا رہی ہے،کہیں تفسیر کا درس ہو رہا ہے،کہیں بخاری کا درس دیا جا رہا ہے اور کہیں مسلم شریف کا۔ایک کمرے میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان مناظرہ ہو رہا ہے۔ایک اور کمرے میں فقی مسائل پر بحث ہو رہی ہے۔سب سے بڑے کمرے میں قرآن کا ترجمہ مختلف زبانوں میں سکھایا جا رہا ہے۔

انہوں نے نوٹ کیا کہ ہر جگہ باریک مسلکی مسائل پر زور ہے مثلاً امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں، حضور ﷺ کی معراج روحانی تھی یا جسمانی تراویح آٹھ ہیں یا بیس وغیرہ۔یہ سب دیکھ کر وہ واپس ہوئے تو نواب چھتاری نے انگریز کلکٹر سے پوچھا ”اتنے عظیم مدرسے کو آپ نے کیوں چھپا رکھا ہے۔“

انگریز نے کہا ”ارے بھئی! ان سب میں کوئی مسلمان نہیں، یہ سب عیسائی ہیں۔تعلیم مکمل ہونے پر انہیں مسلمان ملکوں خصوصاً مشرق وسطیٰ، ترکی، ایران اور ہندوستان بھیج دیا جاتا ہے۔وہاں پہنچ کر یہ کسی بڑی مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں۔پھر نمازیوں سے کہتے ہیں کہ وہ یورپی مسلمان

ہیں۔انہوں نے مصر کی جامعہ الازہر میں تعلیم پائی ہے اور وہ مکمل عالم ہیں۔یورپ میں اتنے اسلامی ادارے موجود نہیں کہ وہ تعلیم دے سکیں۔وہ سر دست تنخواہ نہیں چاہتے ،صرف کھانا سر چھپانے کی جگہ درکار ہے۔پھر وہ مؤذن،پیش امام بچوں کے لئے قرآن پڑھانے کے طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔تعلیمی ادارہ ہوتو اس میں استاد مقرر ہو جاتے ہیں۔جمعے کے خطبے تک دیتے ہیں۔

نواب صاحب کو انگریز کلکٹر نے یہ بتا کر حیران کر دیا کہ عظیم مدرسے کی بنیادی اہداف یہ ہیں :۔

☆ مسلمانوں کو غیر مستند روایات ،غیر محققانہ ذکر،وظیفوں اور نظری مسائل میں الجھا کر قرآن سے دور رکھا جائے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا درجہ جس طرح بھی ہو سکے گھٹایا جائے ،کبھی یہ کہو کہ آپ ﷺ (نعوذ باللہ) رجل مسحور یعنی جادو زدہ تھے۔

اس انگریز نے انکشاف کیا کہ ۱۹۲۰ء میں (رنگیلا رسول) نامی کتاب راجپال سے اسی ادارے نے لکھوائی تھی۔اسی طرح کئی برس پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی بنا کر کھڑا کرنے والا یہی ادارہ تھا۔ان چیزوں کی بنیاد لندن کی اسی عمارت سے تیار ہو کر جاتی تھی۔(خبر ہے کہ سلمان رشدی ملعون کی کتاب لکھوانے میں بھی اسی ادارے کا ہاتھ ہے)۔

ایک پاکستانی جس کی ملاقات ۱۹۷۹ء میں کویت برٹش کونسل میں اسی حویلی کے ایک مکین سے ہوتی ہے،اپنا واقعہ سناتے ہوئے لکھتا ہے۔

"کسی کام کے سلسلے میں مجھے برٹش کونسل جانا پڑ گیا۔وہاں ایک انگریز ملازم کو جب میرے پاکستانی ہونے کا پتہ چلا تو بڑے تپاک سے ملا اور پوچھا کہ پاکستان میں کہاں کے رہنے والے ہوں "

میں نے کہا کہ "پشاور کا رہنے والا ہوں۔" پشتو میں پوچھا "کونسی جگہ؟" میں نے بتایا "نوشہرہ"

جب میں نے گاؤں کا نام بتایا تو اس کے آنکھوں میں عجیب چمک پیدا ہوگئی۔پھر وہ مختلف لوگوں کا پوچھنے لگا۔میں نے بتایا کہ کون مرگیا ہے اور کون زندہ ہے۔میں نے سوچا،ہوسکتا ہے

کہ یہ نوشہرہ چھاؤنی میں ملازمت کرتا رہا ہو۔لیکن اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔لیکن اس نے کچھ اور کہانی سنائی۔پہلے اس نے کافی منگائی۔پھر انٹرکام پر کلرک سے کہا کہ اس کے پاس کسی کو مت بھیجنا۔وہ اتنا خوش تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔کافی کے دوران اس نے بتایا،''میں آپ کے گاؤں میں چار سال تک پیش امام رہا ہوں۔''

میں نے پوچھا ''کیا آپ مسلمان ہیں؟''

وہ بولا''میں نے چار سال تک آپ کے گاؤں کا نمک کھایا ہے۔آپ کے گاؤں والوں نے مجھے بڑی عزت دی۔میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔''میں عیسائی ہوں۔''اس کے بعد میرا اس کے ہاں آنا جانا رہا۔جب میں کویت سے پاکستان آرہا تھا تو میں نے اس سے ایک سوال پوچھا جسے وہ ہمیشہ ٹالتا رہا تھا۔میں دریافت کیا ''کہ تم عیسائی ہو کر پٹھانوں کے گاؤں روکھی سوکھی کھاتے اور پیش امام کی خدمات انجام دیتے رہے۔۔۔آخر کیوں؟''وہ کافی دیر سر جھکائے سوچتا رہا۔پھر سر اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکا اور کہا ''ہمیں آپنے ملک کے مفادات کی خاطر بعض اوقات بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ہمارے ہاں لندن کے مضافات میں ایک مرکز ہے جہاں شکل اور مشابہت دیکھ کر انگریزوں کو بیرونی مذاہب اور زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر پھر ہمیں مختلف علاقوں میں بھیجا جاتا ہے۔''

گاؤں آکر بزرگوں کو یہ واقعہ سنایا تو ایک بزرگ طالب گل نے کہا''مجھے شک پڑا تھا،مگر سب کہہ رہے تھے کہ یہ چترالی ہے۔''پھر طالب گل نے کہا''چلو بھائی،آپ چاروں سالوں کی نمازیں لوٹائیں جو انگریز کے پیچھے پڑھیں، خانہ خراب ہو اس کا۔'' یہود وہنود کی سازشیں بدستور جاری ہیں۔ہم سادہ لوحوں کو خبر ہی نہیں کہ دشمن ہمیں کمزور کرنے کے لئے کیسی کیسی چالیں چلتا ہے۔

خدایا ایسا نہ ہو کہ مغرب رہن ہی میرا سماج رکھ لے
ہے فتنہ پرور نظام عالم تو اپنے مسلم کی لاج رکھ لے

حیرت انگیز

(ڈاکٹر لطیف الرحمٰن صاحب)

کرنل ڈاکٹر امجد اکرم صاحب نے بیان کیا میرے والد محترم بریگیڈیئر ڈاکٹر اکرم صاحب ۱۹۵۶ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان میں "سال چہارم" کے طالب علم تھے اُنھیں انہی دنوں میں اپنے آبائی گھر جہلم کے مضافاتی گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔

گاؤں کی بیٹھک میں بڑے بزرگ بیٹھے تھے۔ جن میں سے کچھ علماء بھی تھے اُن کے درمیان محمد حسین صاحب نامی شخص بیٹھا اپنا واقعہ بیان کرر ہا تھا۔ یہ منظر گویا آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ محمد حسین صاحب نے کہا کہ میرے ساتھ عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ مجھے حج کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اس کیلئے رقم اکھٹی کرتا رہا۔ آخر کار ایک گروپ اپنے علاقہ سے حج کیلئے تیار ہوا۔ میں بھی اُن کے ساتھ تیار ہوگیا۔ کچھ رقم پہلے سے میرے پاس تھی اور کچھ روپیہ علاقہ کے لوگوں نے بطور تعاون دیا۔ اس زمانہ میں حج بذریعہ بحری جہاز ہوتا تھا۔ کراچی پہنچے تو معلوم ہوا کہ بحری جہاز کے روانہ ہونے میں دیر ہے۔ چند دن انتظار کرنا ہوگا۔ ہم لوگ وہیں ٹھہر گئے اور وقت گزارنے کے لئے ادھر اُدھر نکل جاتے اور شہر میں گھوم پھر کر شام کو واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جاتے۔

ایک دن دوسرے لوگ تھکے ہوئے تھے میں اکیلا گھومنے پھرنے کی غرض سے اپنی قیام گاہ سے نکل پڑا۔ راستے میں ایک جگہ چند بچے کھیلتے ہوئے نظر آئے۔ شکل وصورت سے بڑے اچھے لگے مگر اُن کا لباس میلا کچیلا اور پھٹا پرانا تھا جس سے مجھے حیرانی ہوئی اچانک سامنے نظر پڑی تو بورڈ پر لکھا تھا "یتیم خانہ"۔ میں نے یتیم خانہ کے ذمہ دار سے ملنا چاہا۔ اُس سے ملاقات ہوئی تو بچوں کی پراگندہ حالت کا تذکرہ کیا۔ اس پر اُس نے جواب دیا کہ "اپنی مدد آپ کے تحت" کام چلا رہے ہیں جو کچھ ہوسکتا ہے وہ ہم کرر ہے ہیں ہمارے پاس کوئی مخصوص فنڈ نہیں جس سے ان کی حالت مزید بہتر کی جاسکے۔ میں نے حج کی رقم سے یتیم بچوں کے کپڑے منگوا لئے اور باقی رقم یتیم خانہ میں وقف کردی۔ گھر واپس آنے کی بجائے باقی ایام کراچی میں رہ کر گزارنے کا پروگرام بنایا کہ واپس گھر جا کر

گاؤں والوں کو کیا بتاؤں گا؟ اور اُن کے سوالات کا کیسے سامنا کروں گا؟ متولی صاحب سے ساری صورت حال بیان کر کے یتیم خانہ میں اپنی رہائش کی اجازت لے لی! حج کے دن گزر گئے، لوگ حج کر کے واپس آرہے تھے۔ میں بھی اپنے علاقے کے گروپ کے حاجی صاحبان کے استقبال کیلئے بندرگاہ پر پہنچ گیا اور دل میں ایک قسم کا خوف تھا کہ لوگ پوچھیں گے کہ حج کیلئے آئے تھے اور آگے جانے کی بجائے کراچی کی گلیوں میں جان بوجھ کر بھٹک گئے اور اپنا وقت اور پیسہ ضائع کر دیا تو کیا جواب دوں گا؟ حج سے آنے والوں میں جو پہلا شخص ملا وہ میرا ماموں زاد بھائی تھا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کو طواف کے دوران آوازیں دیں مگر آپ اتنے مست تھے میری طرف دھیان بھی نہ کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اسے غلط فہمی ہوئی ہے کسی ہم شکل پر نظر پڑی ہوگی جس سے مغالطہ ہوا ہوگا۔ دوسرا شخص ملا تو کہا آپ نے جو آب زم زم دیا تھا وہ اپنی امانت مجھ سے لے لو! جس سے مجھے مزید حیرت ہوئی۔ تیسرا کہنے لگا عرفات کے میدان میں ہمارا اکھٹے گزرا وقت بڑا ہی خوشگوار تھا۔ غرض جو بھی ملتا کوئی نہ کوئی بات بیان کرتا اس سے مجھے شک ہوا کہ ماجرا کوئی اور ہے۔

اور میں نے بھی اپنی اصل کہانی اُن کو نہ بتائی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ میں نے اُن کے ساتھ حج کیا اور نہ ہی یہ واقعہ میں نے اپنے گھر آکر گاؤں والوں کو سنایا۔

جب محمد حسین صاحب نے مکمل اپنی روئیداد بیان کی تو ساتھ بیٹھے ہوئے علماء کرام نے کہا اس قسم کا واقعہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا بلکہ پہلے بھی اس قسم کے واقعات ہوئے ہیں۔ (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بھی اپنی کتاب فضائل حج میں اسی قسم کا واقعہ مفصلاً بیان کیا ہے۔)

کرنل ڈاکٹر امجد اکرم صاحب کہتے ہیں کہ میں عارضی ڈیوٹی پر سی ایم ایچ جہلم گیا ایک ریٹائرڈ صوبیدار میجر جو محمد حسین صاحب کے گاؤں کے رہنے والے تھے، میرے پاس آئے میں نے ان سے محمد حسین صاحب کے بارے میں پوچھا اور ان کی دو نشانیاں بیان کیں کہ ایک ہاتھ سے معذور تھے اور شادی نہیں کی تھی۔ ان کا جواب تھا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ پھر میں نے انہیں حج کا واقعہ سنایا تو وہ بڑے حیران ہوئے اور اُن کا کہنا تھا کہ اس کے بعد بھی دو مرتبہ حج کیلئے گئے تھے۔

حبطِ اعمال (پہلی قسط)

(مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب)

نیک اعمال کے بربادی کے اسباب:

قرآن وحدیث میں بعض کاموں کے کرنے پر نیک اعمال کے ضائع اور برباد ہونے جس کو عربی میں حبط اعمال کہتے ہیں کا ذکر آتا ہے۔

اہلِ سنت الجماعت کے نزدیک حبط اعمال کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **حبطِ حقیقی**:۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا جائے جن کی وجہ سے ایمان بالکل ہی ضائع اور ختم ہو جائے جیسے کفر، شرک، ارتداد اور نفاقِ اعتقادی۔ یہاں تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(۲) **حبطِ نسبیٌ** (حبط اعتباری، حبط اضافی):۔ یہاں ایمان ضائع نہیں ہوتا البتہ

(ا) صرف وہی عمل برباد ہو جاتا ہے جس عمل سے متعلق غلطی سرزد ہوئی ہے۔ جیسے صدقہ کر کے احسان جتلانا اور دکھ دینا وغیرہ۔

(ب) وہ افعال جن کے کرنے سے ہمارے اجر میں کمی واقع ہوتی ہے جیسے بلاضرورت کتا پالنا وغیرہ۔

(خلاصہ از **مبطلات الاعمال فی ضوء القرآن الکریم و السنة الصّحیحة المطھرة** تالیف سلیم بن عید الھلانی کا اردو ترجمہ ''بربادیٔ اعمال کے اسباب قرآن وسنت کی روشنی میں'' از عبدالعلیم نور العین السّلفی)

البتہ حبط اعتباری والے اعمال پر اگر اصرار کیا جائے اور ان کو گناہ ہی نہ سمجھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق چھن جائے اور گناہوں میں مشغول رہ کر بالآخر بات کفر تک پہنچ جائے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔)

ذیل میں ان افعال کو ذکر کیا جائے گا جن سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

۱۔ حبط اعمال کا پہلا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی (اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علماء ومشائخ کی بے ادبی)

اس کا ذکر سورہ حجرات کی پہلی دو آیات میں ہے آیات مع ترجمہ درج ذیل ہیں۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۲)

ترجمہ: (۱) اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے، اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔ (۲) اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

(ترجمہ از معارف القرآن)

ان آیات میں حبط اعمال کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا (کسی بھی چیز میں) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا بتایا گیا ہے۔ اسی طرح روزہ اقدس کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام و کلام کرنا خلاف ادب اور ممنوع ہے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں بدعت کو رواج دینا یا کسی بدعتی کو جگہ فراہم کرنا اور ظلم کے طور پر اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنا بھی لعنت اور حبط اعمال کا سبب ہے۔ (لعنت کا مستحق ٹھہرانے والے چالیس اعمال (ص ۲۱) تالیف شیخ الحدیث ابو محمد عبدالستار الحماد بحوالہ صحیح بخاری و مسند امام احمد)

علماء دین اور دینی مقتداؤں کا بھی یہی ادب ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا مرشد بنایا ہو اس کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی کا بھی یہی حال ہے۔

(خلاصہ از معارف القرآن جلد نمبر ۸، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

۲۔ حبطِ اعمال کا دوسرا سبب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے ادبی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اس کا فرض قبول ہے نہ نفل۔ (فضائل اعمال، ص ۱۹۹)

۳۔ حبط اعمال کا تیسرا سبب کسی حکومتی عہدے یا منصب پر غیر اہل کو بٹھانا:

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول اور سب مسلمانوں کی۔ (معارف القرآن جلد دوم، ص ۴۴۷)

ایک دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی

کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دیدیا اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔(جمع الفوائد،ص ۳۲۵،بحوالہ معارف القرآن جلد دوم،ص ۴۴۷)

یہاں حق اور قابلیت (Merit) کے خلاف فیصلے کرنے والے افسران، حکومتی وزیران اور مختلف امتحانات لینے والے صاحبان سوچ لیں۔

۴۔ حبط اعمال کا چوتھا سبب شرعی سزا کے ملنے میں رکاوٹ بننا:

چونکہ شرعی سزاؤں کے نفاذ ہی میں امن وسکون ہے اس لئے جو شخص ان سزاؤں کو باوجود قدرت کے نافذ نہیں کرتا یا ان کے نفاذ میں رکاوٹ بنتا ہے وہ اللہ کے ہاں بہت بڑا مجرم ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس کا ترجمہ درج ذیل ہے)

جو شخص قصاص یا دیت میں رکاوٹ بنتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس سے کسی قسم کی عبادت فرض یا نفل قبول نہیں کی جائے گی۔

(لعنت کا مستحق ٹھہرانے والے چالیس اعمال، ص ۲۳، تالیف شیخ الحدیث ابو محمد عبدالستار الحماد، بحوالہ سنن ابن ماجہ کتاب الدیات حدیث نمبر ۲۶۳۵)

۵۔ حبط اعمال کا پانچواں سبب ریا کاری یعنی دوسروں کو دکھانے کے لئے کوئی نیک عمل کرنا:

حدیث شریف ہے: **عن ابی سعید ابن فضالۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذا جمع اللّٰہ الاولین و الاخرین یوم القیامۃلیوم لاریب فیہ نادیٰ منادٍ: من کان اشرک فی عملہ لِلّٰہِ احدًا فلیطلب ثوابہ من عندہ فان اللّٰہ اغنی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ.**

ترجمہ: حضرت ابوسعید بن فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جب حق تعالیٰ شانہ اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائیں گے۔ ایسے دن جس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے ایک پکارنے والا پکارے گا جو اپنے عمل میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا اس کو چاہیئے کہ اس عمل کا بدلہ اسی سے لے کیونکہ اللہ رب العزت شرکاء میں سب سے زیادہ بے پرواہ ہیں شرک سے۔ (گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۰۶، ناشر عثمانی کتب خانہ ملتان، اردو ترجمہ کفارات الخطایا و موجبات المغفرۃ بحوالہ ترغیب، ص ۶۹، ج ۱)

۶۔ حبط اعمال کا چھٹا سبب دین میں بدعات جاری کرنا اور سنت کی مخالفت کرنا:

عن عائشہ رضی اللّٰہ عنھا قَالَتْ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم من احدث فی امرنا ھٰذا ما لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ" (ای مردود)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جو دین میں سے نہیں ہے میں وہ رد یعنی مردود ہے۔

تشریح: یا تو وہ عمل مردود ہے یا اس کا صاحب۔ (بربادیٔ اعمال کے اسباب، ص ۴۰، بحوالہ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۶۹۴)

۷۔ حبط اعمال کا ساتواں سبب عصبیت کے نعرے لگانا:

حدیث شریف مع ترجمہ درج ذیل ہے۔

وَ مَنْ اِدَّعیٰ دَعْوَیٰ الجاھلیَّۃِ فانہ مِنْ جُثی جَھَنَّمَ فَقَال رَجُلٌ یا رسول اللّٰہ ان صَلّٰی و صَامَ ؟ فَقَا لَ و اِنْ صَلّٰی و صَامَ فَادْعُوْا بِدَعْوَی اللّٰہِ الَّذِیْ سَمَّا کُمُ و الْمُسْلِمِیْنَ اَلْمُوْ مِنِیْنَ عباد اللّٰہ.

ترجمہ: جس نے اسلام میں پھر زمانہ جاہلیت کی آوازیں لگانی شروع کیں وہ شخص دوزخ کے خس وخاشاک میں داخل ہوا۔ ایک شخص بولا یا رسول اللہ! اگر چہ وہ نمازیں بھی پڑھے اور روزے بھی رکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ نمازیں بھی پڑھے اور روزے بھی رکھے۔ اس لئے اللہ کے بندو! تم اسی اللہ کی مرضی کے مطابق نعرے لگاؤ جس نے پہلے سے تمہارا نام مسلم اور مومن رکھدیا ہے۔

(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۰۷، بحوالہ ترمذی شریف)

[قومیت، علاقائیت، لسانئیت کے نعرے جاہلئیت کے نعرے ہیں]

دوسری حدیث شریف میں ہے۔

وَمَنْ دَعَا بِدَ عْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ فَھُوَ مِنْ جُثَی جَھَنَّمُ و اِنْ صَلّٰی و صَامَ و زَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِمٌ" .

ترجمہ: اور جس نے جاہلیت کے نعرے لگائے وہ دوزخ کے خس وخاشاک میں داخل ہوا اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔ (رواہ احمد وترمذی)

(جاری ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہ

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ہ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ہ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰما فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ہ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ہ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْن ہ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِى بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہ

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ہ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ہ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْن o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثاً وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِي بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اَللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٌ شَارِبُوْھَا وَالْقَبْرُبَابٌ کُلُّ نَفْس ٌدَاخِلُوْھَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌیُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ○ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً

فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْن ۝ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تا کہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصدالسبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لا اله الا اللّٰه**، سوبار **الا اللّٰه** اور سوبار **اللّٰه** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا اله الا اللّٰه** دوسوبار، **الا اللّٰه** چارسوبار **اللّٰهُ اللّٰه** چھ سوبار، **اللّٰه** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆